مقالات

جناب عبدالغفور عاجز
قسط (۲)

اسلام کا اخلاقی، فلاحی نظام اور ہمارا کردار

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے پوچھا گیا، تو ام المؤمنین نے فرمایا:

"کان خلقہ القرآن"

"آپ کا خلق قرآن ہی تھا۔"

اسی بناء پر مولانا آزاد علیہ الرحمۃ نے کہا تھا:

"ایک قرآن آسمانوں سے نازل ہوتا تھا، اور دوسرا قرآن مدینہ کی گلیوں میں چلتا پھرتا تھا۔"

اسلام کی ان بنیادی تعلیمات کو ذہن میں رکھتے ہوتے، جن کا ایک سرسری سا خاکہ کتاب وسُنّت سے، سطورِ بالا میں ہم پیش کر چکے ہیں، یہ سوال بہت زیادہ اہم ہو جاتا ہے کہ دعوائے اسلام رکھنے اور اُس رسولِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کے باوجود، کہ جن کے اخلاقِ عالیہ کی سند اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کہہ کر دی ہے، آج کا مسلمان اخلاق و کردار سے تہی دامن کیوں ہو گیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی اسلامی معاشرہ میں اخلاق و کردار کے زوال کا بنیادی سبب صرف اور صرف دینِ اسلام سے انحراف اور اللہ رب العزت کے عطا کردہ قوانین و ضوابط اور احکام کی خلاف ورزی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم دینِ الٰہی کے سرچشمۂ ہدایت سے فیضیاب ہوتے، لیکن یہاں تو یہ احساس ہی مفقود ہے کہ دینِ اسلام ہر شعبۂ حیات میں ہمارے لیے راہنما ہے۔ ہم اپنے دامن کے قیمتی ہیروں سے صرفِ نظر کر کے

غیروں کے کشکول کے خیراتی ٹکڑوں کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بالخصوص ہماری نوجوان نسل دینِ اسلام سے عدم وابستگی اور عدم واقفیت کی شکار ہے، اور بالعموم ہماری نظروں میں وہی معاشرے پسندیدہ ہیں جو خود ساختہ معاشی اور معاشرتی قوانین و ضوابط کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں —— اسلامی نظامِ زندگی کو چھوڑ کر خود ساختہ قوانین پر چلنے سے ہمارا معاشرہ امن و سکون سے کبھی آشنا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے، جو ایک انسان کی تمام ترضروریاتِ زندگی کو محیط ہے۔ یہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کا نظام ہے جس نے ہمیں پیدا کیا۔ جو ہماری ضروریات، ہماری مجبوریوں اور ہماری نفسیات سے آگاہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظام اپنے ماننے والوں کو سکونِ قلب عطا کرتا ہے۔ اور جب کسی معاشرہ میں ہر شخص کو سکونِ قلب میسر ہو تو ظاہر ہے وہاں معاشرتی کمزوریاں جنم نہیں لیں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر آدمی میں ذاتی اخلاق اور اجتماعی مفاد ایسی صفات خود بخود پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔

ہمارے اخلاق و کردار کے زوال کا باعث جنسی بے راہروی، قوم پرستی، شخصیت پرستی، فرقہ پرستی، بدعات، فضول اور غیر اسلامی رسوم کی بھرمار، بے روزگاری، مزدور کی مظلومیت، سرمایہ داریت، مفاد پرستانہ حربے، اور دیگر ایسی بے شمار بیماریاں ہیں۔ ان تمام سماجی اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ ہو گیا تو اخلاق و کردار کی آبیاری ہو گی۔ اور یہ صرف اور صرف نظامِ اسلام کے ذریعہ ممکن ہے۔ کیونکہ یہی وہ نظام ہے جس میں ان تمام برائیوں کا مکمل اور شافی علاج موجود ہے۔

ہماری نوجوان نسل کے بگاڑ کا ایک بہت بڑا سبب برطانوی سامراجی نظامِ تعلیم بھی ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ نوجوانوں کو اسلامی نظامِ تعلیم کے ذریعہ دینی عقائد و نظریات سے متعارف کرایا جائے اور انہیں اپنے اسلاف سے متعلق تبلایا جائے کہ کس طرح انھوں نے اخلاقی برائیوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے زبانی اور تحریری جہاد کیے۔ علاوہ ازیں زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی و ریسرچ کرنے والے مسلمان مفکرین، خصوصًا سائنس کے فروغ میں مسلمان سائنسدانوں کے کارناموں سے انہیں روشناس کرایا جائے، تاکہ وہ احساسِ کمتری سے نجات پا سکیں —— ساتھ ہی ساتھ انہیں جہاد فی سبیل اللہ، اس کی فضیلت اور شہادت کے درجات سے آگاہ کیا جائے۔ فضول رسوم

سے اجتناب کا درس دیا جاتا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز، مشتبہ چیزوں سے بچنے کی تاکید کی جائے اور ان میں آخرت کی جواب دہی کا تصور پیدا کیا جائے۔

انسان طبعاً خود غرض واقع ہوا ہے اور کسی نصب العین کے بغیر اپنی ذاتی ضروریات سے بالاتر ہو کر وہ قومی مفادات یا عالمگیر انسانیت کی بھلائی کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ معاشی روپیہ از قسم دولت وغیرہ جو کچھ بھی موجود ہے، صرف اس کے قبضہ میں رہے، خواہ اس کے لیے ناجائز ذرائع ہی کیوں نہ اختیار کرنے پڑیں۔ جبکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو بلند نصب العین عطا کرتا ہے اور آخرت کی جواب دہی کا دینی تصور ان میں ایثار و وفا کیشی، حسن اخلاق، سچائی، پاس عہد و امانت، دیانتداری، عزت نفس، اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے ہمدردی، رحم، فیاضی، صبر و شکر، تحمل، بردباری، اولوالعزمی شجاعت، بلند حوصلگی، ضبط نفس، شائستگی، بلند اطواری، فرض شناسی، اتفاق و اتحاد اور عدل و انصاف ایسے جملہ صفات و محاسن پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات کو اپنائے بغیر ان اعلیٰ اخلاقی اقدار کا فقدان ہی رہے گا۔

ہمارے اخلاقی زوال کا ایک سبب جہالت اور ناخواندگی بھی ہے۔ جس معاشرہ میں ناخواندگی کے باعث جاہل اور غیر مستند افراد کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا رہے، وہاں نہ تو ترقیاتی کاموں کا شعور پیدا ہوگا اور نہ ہی اس معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کا معاشرتی کردار دن بدن گرتا جائے گا اور معاشرہ قحط الرجال کا شکار ہو جائے گا۔ معاشرہ کی پستی کے سدباب کے لیے ضروری ہے کہ ناخواندگی اور جہالت کو ختم کیا جائے۔ اور یہ تبھی ممکن ہوگا۔ جب شرعی اصول و ضوابط عمل میں لائے جائیں۔ جب تک اسلامی بنیادوں پر ناخواندگی کا خاتمہ نہ ہوگا، معاشرہ کا ہر فرد اخلاقی انحطاط کا شکار ہی رہے گا۔

پیدائش، شادی اور غمی کے مواقع پر اسراف نیز فضول رسوم و رواج بھی اخلاقی قدروں کے زوال کا سبب بنتے ہیں۔ اسراف و تبذیر پرلے درجے کی جہالت ہی نہیں، انتہائی درجہ کی حماقت بھی ہے۔ شادی بیاہ، تقریبات اور تہواروں میں زر کا بے دریغ استعمال معاشی بدحالی کا سبب بنتا ہے۔ اور جب معاشی بدحالی ہوگی تو ظاہر ہے کہ لوگ پیٹ پرستی کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کریں گے۔ ترقیاتی کاموں پر خرچ کرنے

کی بجائے غیر ترقیاتی کاموں میں دولت ضائع کرنا بلند قوموں کا شیوہ نہیں۔ جب تک یہ فضول رسوم و رواج کسی معاشرہ میں موجود رہیں گے، نہ تو معاشرہ صحیح بنیادوں پر پروان چڑھ سکے گا اور نہ ہی اس میں اعلیٰ اخلاقی اقدار رواج پا سکیں گی ـــــ بلکہ اخلاقیات کا جنازہ ہی نکلتا دکھائی دے گا۔

دین اسلام اسراف و تبذیر سے روکتا اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے ـــــ ناجائز ذرائع آمدن کا سدِ باب کرتا اور جائز ذرائع آمدن کو باعثِ ثواب قرار دیتا ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "راستباز، امانتدار، تاجر میرے ساتھ جنت میں ہوگا!" ـــــ اس کے ساتھ ہی ساتھ اسلام اپنے ماننے والوں کے دلوں میں خدمتِ خلق کا جذبہ تاکیداً پیدا کرتا اور اس کی ترغیب دیتا ہے۔ قرضِ حسنہ دینے والے کو یہ مژدہ سناتا ہے کہ یہ قرض گویا اللہ تعالیٰ کو دیا جا رہا ہے، جس کا کئی گنا بڑھ کر اجر و ثواب ملے گا۔ جس معاشرہ میں ایثار و ہمدردی کا یہ عالم ہو، اس میں بددیانتی، رشوت، ملاوٹ، لوٹ کھسوٹ، ذخیرہ اندوزی اور ان کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی بے لحاظی، بداخلاقی، بے مروتی، ایک فرد کی دوسرے فرد سے زیادتی اور دیگر کسی بھی قسم کے معاشی استحصال کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ صحتمند معاشرہ کے قیام اور اخلاق و کردار کو بہتر بنانے کے لیے اللہ رب العزت کے قائم کردہ معاشی، معاشرتی اور سماجی قوانین و ضوابط کی پابندی لازمی ہے۔ جب تک محض کتاب و سنّت کو اپنا نصب العین اور لائحہ عمل نہ بنایا جائے گا اور اپنی ہر ادا کو اللہ احکم الحاکمین کے حکم اور رسید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچہ میں ڈھالا نہ جائے گا، ہمارا اخلاق و کردار زوال پذیر ہی رہے گا۔

کسی معاشرہ کے اخلاق و کردار کی پستی کا سبب اس معاشرہ میں رہنے والوں کی باہمی عداوت، ایک دوسرے سے بغض و عناد، باہمی کشت و خون، سر پھٹول غنڈہ گردی، ایک دوسرے کی خیانت، چغلی، غیبت، وعدہ خلافی، زبان درازی، سرکشی تکبر اور اجڈپن ہے۔ یہ معاشرتی کمزوریاں اس معاشرہ میں پیدا ہوتی ہیں جو فکرِ آخرت سے بے نیاز ہو اور جو "اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ" سے یکسر منحرف ہو کر اپنے لیے نجات کی کوئی اور راہ منتخب کر لیتا ہے ـــــ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم،

جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلقِ عظیم کا پیکر بنا کر اپنے بندوں کی دینی، دنیوی اور اخروی بھلائی کے لیے مبعوث فرمایا، آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر اگر کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے گا تو اخلاقی انحطاط روز بروز بڑھتا جائے گا اور ذلت و رسوائی بندوں کا مقدر بن جائے گی۔

معاشرہ میں اخلاقی قدریں جبھی فروغ پائیں گی، جب باہم دست و گریباں ہونے کی بجائے خدمتِ خلق کا وسیع تصور پیش کیا جائے گا، رفاہی کاموں کی ترغیب دی جائے گی ——— برائی کا مکمل انسداد بمصداق فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اول ہاتھ سے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے، ورنہ پھر کم از کم نفرت کے ذریعے کیا جائے گا نیکی کی اشاعت و ترویج، حاجت مند کی حاجت برآری دوسروں کی تکلیف پر بے چینی نیز تنگ دست کی مدد کا جذبہ کارفرما ہو گا تو اخلاقِ حسنہ کو فروغ ملے گا۔ مسلمان بھائی کی عیب پوشی، ایک دوسرے کے ساتھ جائز تعاون، صدقات و انفاق فی سبیل اللہ کی ترویج، حسنِ سلوک، والدین کی خدمت، بچوں سے شفقت و محبت اور بڑوں کی تعظیم، خادم سے نرمی اور مہربانی کا برتاؤ، نیز معاملاتِ دینی و دنیوی کو سنجیدگی، متانت اور خوش اسلوبی سے سلجھانا وغیرہ ایسی صفات ہیں جو ایک معاشرہ کو مضبوط و صحتمند بناتی اور اخلاق و کردار کی تعمیر کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اولادوں کی اسلامی بنیادوں پر تربیت، مثلاً انہیں حسنِ ادب کی تلقین اور کھانے پینے، چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات سے روشناس کرانا، اسلامی معاشرہ کی پختگی اور اخلاق و کردار کی تعمیر میں بے حد ممد و معاون ہے۔

ہمارے معاشرہ میں رشوت کا ناسور جڑیں پکڑ چکا ہے اور اس کی ریل پیل ہے حالانکہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"الراشی والمرتشی کلاھما فی النار"

"رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں"

یہ وعید معاشرہ میں رشوت کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے سنائی گئی ہے، لہٰذا انسدادِ رشوت ستانی کے لیے تدابیر اختیار کی جانی چاہئیں اور اس بیماری کا شرعی آلات سے آپریشن کیا جائے۔ اس سے عوام کے مابین اخلاقی قدریں خود بخود جنم لیں گی، کیونکہ رشوت کے خاتمہ سے ناجائز تعاون کی حوصلہ شکنی ہو گی اور جائز تعاون کو فروغ ملے گا۔ واضح رہے

اسلام سے قبل بھی انسانی معاشروں میں اس لعنت کا وجود تھا۔ اور اس کے خاتمہ کے لیے اسلام نے جو طریقے اختیار کیے، وہ اس قدر مؤثر ثابت ہوئے کہ آج بھی معاشرہ ان سے مستفید ہو سکتا ہے۔ رشوت کے انسداد کے لیے دنیا بھر کے مذاہب میں وہ اصول اور ضابطے نہیں ملتے، جو اسلام میں ملتے ہیں۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ـــ الآیۃ"

(النسآء: ۲۹)

"ایمان والو! باہم ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ، ہاں تجارت کا لین دین، جو تمہاری رضامندی سے ہو (جائز ہے)۔"

نیز فرمایا:

"وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔"   (البقرۃ: ۱۸۸)

"ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوتاً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ، تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ ناجائز طور پہ نہ کھا جاؤ۔ اور تم اسے جانتے بھی ہو!"

ایک دوسرے کا مال ناحق کھانے سے منع کر کے گویا ایک کلیہ بیان کر دیا گیا کہ اس مال کے قریب مت جاؤ، جس کے بارے تم جانتے ہو کہ تم اس کے جائز حقدار نہیں ہو۔ چنانچہ سود خوری کو بھی، جو کہ ناجائز منافع خوری اور دوسروں کا مال ناحق کھانے کی ایک صورت ہے، اسلام نے بدترین جرم قرار دیا۔ اس کے برعکس اسلام نے مقروض کو آسانی تک مہلت دینے بلکہ قرض کو سرے سے معاف کر دینا پسندیدہ فعل قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔"   (البقرۃ: ۲۸۰)

"اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (حاصل ہونے)

تک مہلت (دو) اور اگر (زرِ قرض) بخش دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔"

اس سلسلہ میں قرآنِ مجید کی تعلیمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زر پرستی کو اسلام نے کس حد تک ممنوع قرار دیا ہے ـــــ زر پرستی کی لعنت نے سب سے زیادہ اخلاقی اقدار کو نقصان پہنچایا ہے ـــــ ظاہر ہے جب زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہی حصولِ دولت ہو ـــــ مالی منفعت ہی کو نیکی تصور کر لیا جائے اور معاشی کمزوری کو خامی تصور کر لیا جائے تو وہ کون سی اخلاقی قدر ہے جو معاشرہ میں باقی رہ سکے گی؟

اسلام ہمیں معاشی زندگی میں بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ ایک مسلمان اس میدان میں بھی حدود اللہ کا پابند اور ان اخلاقی ضابطوں کا احترام کرنے والا ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عائد کیے ہیں ـــــ سورۃ الجمعہ کی یہ آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں، اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔" (آیت ۹-۱۰)

"ایمان والو، جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی نماز) کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں پھیل کر رب کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔"

غور فرمائیے، کس طرح اسلام نے عبادات اور معاشی معاملات میں توازن کو قائم کر دیا ہے۔ یہاں نہ تو ترکِ دنیا ہے اور نہ ہی دنیا پرستی اور اس سلسلہ کی لوٹ کھسوٹ پھر ساتھ ہی ساتھ انسانیت کی فلاح کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے ـــــ صرف معاشی معاملات میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ـــــ چنانچہ ایسا معاشرہ جس کی تمام تر بنیاد قوانینِ خداوندی پر ہو، اخلاق و کردار میں اپنی مثال آپ کیوں نہ ہوگا؟

(جاری ہے)